R.No. 2186/57 Regd. No. L922,

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون — ۲۹
قیمت فی پرچہ سالانہ
فی پرچہ پچاس نئے پیسے

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۳ ۔ شمارہ ۴۰	ایڈیٹر ۔ آل احمد سرور	۲۲ ۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء

اداریہ

کچھ یارانِ نجد سے

بے پور کی کل ہند اردو کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے کچھ اخبارو نے لکھا ہے کہ اس میں بھی صرف کچھ پرانے مطالبے دہرائے گئے ۔ ان کے نزدیک کانفرنس صرف ایک تماشا تھی اور انجمن ترقی اردو ہند کچھ کتابیں چھاپنے، کبھی کبھار کانفرنسیں کرنے، اور کچھ پرانے مطالبات کو دُہرانے کے سوا، اور کچھ نہیں کرنا چاہتی۔

اگر یہ اخبار تعصب کی عینک اُتار کر دیکھیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ انجمن بہت کچھ کرنا چاہتی ہے اور بہت کچھ کر بھی رہی ہے یہ انجمن کا ہی کارنامہ ہے کہ ان سترہ سالوں میں اردو کے خلاف جذبہ کم ہوا ہے ۔ اردو کی بقا اور ترقی کی تحریک ایک قومی تحریک بن گئی ہے اور اس میں ہر مذہب و ملت اور ہر مکتبۂ خیال کے لوگ نہ صرف شریک ہیں بلکہ وہ اردو کے ساتھ بے انصافی کے لیے آواز اٹھاتے ہیں ۔ انجمن نے معیاری کتابیں شایع کی ہیں ۔ اس کی تنظیم اب قریب قریب پورے ہندوستان تک پھیلی ہوئی ہے ایک علمی و ادبی یا تہذیبی ادارے کی تنظیم اور ایک سیاسی پارٹی کی تنظیم میں فرق ہوتا ہے ۔ اگر کچھ شاخیں اتنی بیدار نہیں جتنی ہونی چاہیے تھیں تو اخلاقی دباؤ سے یا سمجھا بجھا کر ہی ان کی جگہ دوسری شاخیں قائم کی جا سکتی ہیں ۔ اردو دوست ابھی تک حکومت یا اکثریت کی طرف دیکھتے رہے ہیں ۔ انھوں نے اپنے آپ وہ سب نہیں کیا جو کر سکتے تھے ۔ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ ہم صرف ان کو الزام دے کر سبک دوش ہونا چاہتے ہیں جس طرح کچھ اخبار انجمن کو الزام دینا ہی اپنا فریضہ سمجھتے ہیں ، اردو دوستوں کو خود کچھ کرنے کی طرف مائل نہیں کرتے ۔ ہماری تنظیم میں بھی خامیاں ہیں اور ہم انھیں دور کرنا چاہتے ہیں ۔ ہم عوام سے اپنا رشتہ براہِ راست قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے کسی سیاسی رہنما یا مذہبی پیشوا کی وساطت ضروری نہیں سمجھتے ۔ ہاں ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم جمہوری زندگی کے آداب کو جانتے ہیں ۔ ہم مطالبات دہرانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے اور ہم ان مطالبات کو دہراتے وقت حکومت اور اکثریت دونوں کو اپنی بات سمجھانا چاہتے ہیں اور اردو دوستوں کو بھی خود اپنے اسکول قائم کرنے اور اپنے حلقے میں جمہوری اور آئینی ذرایع سے متعلقہ حضرات کو متوجہ کرنے کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں ۔ جو لوگ اُردو تحریک کو صرف مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے یا صرف حزبِ مخالف کے نقطۂ نظر سے چلانا چاہتے ہیں ۔ ہم ان سے شدید اختلاف رکھتے ہیں ۔ ہم اردو تحریک کو تمام اردو دوستوں کے جذبات و خیالات ، ضروریات و مطالبات کا آئینہ بنانا چاہتے ہیں اور اردو کی ہر مہم میں سب کی بھرپور نمائندگی چاہتے ہیں ۔ ہم نہ حکومت کے مخالف ہیں نہ طرفدار ۔ حکومت اگر ہمارے علمی کاموں کے لیے کوئی امداد دیتی ہے تو ہم پر کوئی احسان نہیں کرتی ۔ ہم کسی طرح اس کی وجہ سے اپنی پالیسی میں نرمی نہیں برتیں گے یہ امداد ہمیں حق بات کہنے سے نہیں روک سکتی ۔ روک سکتی بھی نہیں یہ امداد ہمارا حق ہے ۔ یہ روپیہ ہمارا ہی ہے ۔ حکومت کا نہیں۔

اس شمارے میں

یہ ہمارے ٹیکسوں سے ہمیں ملا ہے۔ اس لیے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چوں کہ حکومت ہمیں امداد دیتی ہے اس لیے ہم کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکتے یا کوئی مہم نہیں چلا سکتے، وہ صرف غلطی پر ہیں بلکہ جان بوجھ کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ ہم ایمانداری سے یہ سمجھتے ہیں کہ دھواں دھار تقریریں۔ زمین آسمان کو ایک کر دینے کا عزم۔ الفاظ میں بسی ہوئی بجلیاں، بے معنی اور بے مقصد ہی نہیں نقصان دہ ہیں جب تک ان کے پیچھے عمل کی طاقت نہ ہو۔ ہم ایک ذمہ دار ادارے سے تعلق رکھتے ہیں ہم لوگ غلطی کر سکتے ہیں مگر ہماری نیت پر شبہ بے جا ہے۔ ہمیں معترضین کی طرح عقل کل ہونے کا دعویٰ نہیں۔ جے پور کی کانفرنس میں صرف پرانے مطالبے ہی نہیں دہرائے گئے، اپنی تنظیم کو مضبوط کرنے، اپنے دستور پر نظر ثانی، اپنے عمل کی رفتار کو تیز کرنے پر بھی توجہ ہوئی۔ ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ جن لوگوں کو خود کچھ کرنا نہیں آتا صرف اعتراض کرنا آتا ہے یا جو اردو تحریک کو حزب مخالف کے ہاتھوں میں کھلونا یا مسلمانوں کی جاگیر بنا دینا چاہتے ہیں، وہ انجمن پر اعتراض بھی کرتے رہیں گے۔ دونوں کا فیصلہ وقت ہی کر سکتا ہے اور ہمیں وقت کے فیصلے پر اعتماد ہے۔

ضلع ناندیڑ کے دفاتر میں
اردو میں درخواستیں قبول کرنے سے انکار

ضلع ناندیڑ کے اردو داں احباب نے حکومت مہاراشٹر سے احتجاج کیا ہے کہ کمشنر مرہٹواڑہ کے احکام کے بموجب یہاں کے دفاتر میں اردو میں لکھی ہوئی درخواستوں کو قبول کرنے سے انکار کیا جا رہا ہے۔ اس خصوص میں انجمن ترقی اردو ونگلور کے ایک وفد نے جو میونسپل ممبر نیڈ لک، اور صدر پنچایت بستی مسٹر کرشنا راؤ دیسا ئی پر مشتمل تھا، صدر انجمن ترقی اردو جناب شری عبدالصمد خاں صاحب جنرل سکریٹری پر مشتمل تھا کلکٹر ناندیڑ اے۔ پی راوت سے ملاقات کر کے اس پر احتجاج کیا۔

مگر معلوم ہوا کہ کلکٹر صاحب نے وفد کے ساتھ انتہائی بے اعتنائی سے گفتگو کی اور صاف و صریح طور پر کہا کہ اردو درخواستیں ردی کی نذر کر دی جائیں گی۔ حکومت کے ایک ذمہ دار عہدہ دار کا یہ طرز تخاطب قابل غور ہے۔ واضح ہو کہ اجلاس منتظمہ جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے حالیہ اجلاس میں اس خصوص میں ایک احتجاجی قرارداد بھی منظور کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ مرکزی انجمن ترقی اردو اس خصوص میں حکومت کے سامنے اعلیٰ سطح پر اس مسئلہ کو پیش کر کے کمشنر مرہٹواڑہ کے احکامات کو منسوخ کرائے۔

(ہندوستان بمبئی)

ڈاکٹر کے ایم اشرف میموریل کمیٹی

۲۵ ستمبر کو ڈیڑھ بجے کروڑی مل کالج دہلی یونیورسٹی۔ دہلی میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں اشرف میموریل کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور مندرجہ ذیل عہدہ داران کا انتخاب ہوا۔

صدر:۔ ڈاکٹر سروپ سنگھ (پرنسپل کروڑی مل کالج)، سکریٹری: نندلال گپتا کمیٹی کے دوسرے ممبران:۔ جناب سنگت (وائس پرنسپل)۔ ڈاکٹر خلیق انجم (صدر شعبۂ اردو)۔ جناب اروِن بوس (صدر شعبۂ اقتصادیات)۔ جناب فرینک ٹھاکر داس۔ ڈاکٹر امتیاز حسین

کمیٹی نے طے کیا کہ ڈاکٹر اشرف مرحوم کی یاد میں ہر سال ایک میموریل لیکچر ہوگا جسے بعد میں شایع کیا جائے گا۔

ڈاکٹر اشرف نے اردو میں بہت سے مضامین لکھے تھے۔ ڈاکٹر خلیق انجم کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ ان مضامین کو کتابی صورت میں مرتب کریں۔ تاکہ کمیٹی انھیں شایع کرے۔ (نندلال گپتا)

اردو میں درخواست ہونے کی وجہ سے چھٹی کینسل

رام پور۔ ۲۵ ستمبر نمائندہ نے ادارہ کو مطلع کیا ہے کہ ایک طالب علم کے سرپرست نے چھٹی کے لیے اردو میں درخواست ہیڈ ماسٹر جین جونیر سیکنڈری ہائی اسکول کو دی تو ہیڈ ماسٹر انتہائی برہم ہوئے اور بداخلاقی کا مظاہرہ کیا اور درخواست پھینک دی اور چھٹی نہیں دی۔ یہ کھلم کھلا اردو دشمنی ہے نمائندہ کا کہنا ہے کہ ہیڈ ماسٹر کو بتا دیا گیا کہ آئندہ احتیاط کی جائے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اردو کو چوں کہ قانون نے ثانوی حیثیت دی ہے اس لیے خاص کر اسکول کے ہیڈ ماسٹروں کو یہ غیر جمہوری توہین آمیز رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اسی نمائندہ نے ایک دوسری خبر موضع لوہا کی دی ہے کہ ملک کے جونیر ہائی اسکول کے ایک غیر مسلم طالب علم نے اردو پڑھنے کی درخواست کی جس پر اردو پڑھانے والے ماسٹر نے طالب علم کو ڈانٹا کہ ہم تو مجبوری کی آسانی کی وجہ سے اردو کے اسباق پاس کرتے ہیں جس کی کوئی پوزیشن نہیں ہے۔ تم سنسکرت پڑھو۔ ان اردو ٹیچر کا عام رویہ یہ ہے کہ وہ اردو نہیں پڑھاتے اور خوشنودی حکومت کے لیے یہ کرتے ہیں جب کہ ہیڈ ماسٹر اردو سے کوئی تعصب نہیں کرتے۔

(خلافت بمبئی)

لسانی فارمولہ پر صحیح جذبے کے ساتھ عمل نہیں ہو رہا ہے

بنگلور، ۱۱ اکتوبر۔ آج یہاں مرکزی تعلیمی مشاورتی بورڈ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے مرکزی وزیر تعلیم مسٹر چھاگلا نے کہا کہ سہ لسانی فارمولہ پر اس کی اصل صورت میں عمل نہیں ہو رہا ہے انھوں نے کہا کہ اس فارمولہ پر اس کے صحیح جذبہ کے ساتھ عمل ہونا چاہیے۔ مسٹر چھاگلا نے تمام علاقائی زبانوں کو ترقی دینے کی ضرورت پر بھی زور دیا اور کہا کہ اتحاد کی علامت کے طور پر ایک زبان کا ہونا ضروری ہے ورنہ ملک میں لسانی انتشار پھیل سکتا ہے۔

(الجمعیۃ دہلی)

فرخ جلالی

سرسیّد کے دادا سیّد ہادی

(بہ حیثیت اردو شاعر)

سرسید کے دادا جوادالدولہ میر محمد جواد علی خاں ہاؔدی اردو فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ حاؔلی نے حیاتِ جاوید میں سرسید کا ایک قول نقل کیا ہے:۔

"سید ہادی فارسی کے شعر کہتے تھے اور ان کا پورا
دیوان ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا میرے پاس موجود
تھا جو غدر کے زمانہ میں تلف ہوگیا"

سرسید کے اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرسیّد اپنے دادا سید ہاؔدی کی فارسی شاعری سے واقف تھے انھوں نے سید ہاؔدی کی اردو شاعری کا ذکر نہیں کیا۔

نواب اعظم الدولہ محمد میر خاں سرور کا تذکرہ عمدہ منتخبہ جناب خواجہ احمد فاروقی نے اڈیٹ کرکے دہلی یونیورسٹی کی جانب سے شایع کیا ہے تذکرہ بہت اہتمام سے چھاپا گیا ہے دوران مطالعہ میں اس شعر پر نظر گئی۔

رات اس دشنع سے اٹھی تھی تری یاد کہ بس
ایسے ہنگاموں سے کرتے رہے فریاد کہ بس

شاعر کا نام اور تخلص معلوم کرنے کی جستجو ہوئی نام تو مل گیا مگر تخلص کے مقام پر نقطے نظر آئے۔ بقیہ اشعار میں مقطع مل گیا

ہاؔدی پہ نہ کی تو نے کبھی بندہ نوازی
کیا تیری خدائی کو صنم یاد کرے گا

تذکرہ سرور مطبوعہ میں یہ نقطے کئی جگہ نظر آئے جس نسخہ سے متن تیار کیا گیا ہے وہ بعض مقامات پر پڑھا نہیں گیا۔

ہاؔدی کے ذکر سے پہلے عمدہ منتخبہ میں سرسید کے والد میر متقی کا شاعر کی حیثیت سے ذکر ہے۔ سرؔور نے لکھا ہے کہ میر جواد علی خاں ہاؔدی کا ذکر حرف الہا کے ذیل میں کیا جائے گا۔ میر متقی کی تیر اندازی کا ذکر کرنے کے بعد ان کے چار شعر دئے ہیں۔ پتہ نہیں کیوں اس تصریح کے باوجود خواجہ صاحب کی نظر میر جواد علی خاں کے تخلص ہادی پر نہیں گئی اور ہادی کا ذکر بے تخلص مرقوم ہوا۔ سید ہادی کا انتقال ۸ شعبان ۱۲۱۵ھ کو ہوا۔ سرسید ۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ کو پیدا ہوئے۔ سرسید نے اپنے دادا کو نہیں دیکھا تھا۔ سرسید کے والد میر محمد متقی (متوفی ۱۲۵۴ھ) وارفتہ مزاج آدمی تھے اور شاہ غلام علی (متوفی ۱۲۴۰ھ) کے مرید تھے۔ سرسید کی زیادہ تربیت ننہال میں ہوئی اسی لیے سرسید نے اپنے نانا اور ماں کے فیضان تربیت اور تعلیم کا ذکر سیرت فریدیہ میں بڑی عقیدت سے کیا ہے۔

جواد علی خاں ہادی کے والد کا نام سید برہان تھا اور ان کے دادا کا نام سید محمد دوست تھا۔ میر محمد جواد علی خاں ہادی کے ایک بھائی سید محمد قباد علی خاں مہدی حیدر آباد چلے گئے تھے

حاؔلی نے حیات جاوید میں لکھا ہے کہ سید ہادی کو عالمگیر ثانی کے دربار سے جواد علی خاں کا خطاب اور منصب ہزاری ذات پانصد سوار کا ملا تھا شاہ عالم نے خطاب جوادالدولہ اور ۱۱۸۰ھ میں عہدۂ قضائے لشکر عنایت کیا۔

وزیر الممالک غازی الدین خاں عماد الملک کی سرکار سے سید ہادی کا خصوصی تعلق تھا۔ آخر عمر میں ملازمت ترک کردی اور خانہ نشین ہوگئے۔ مصحفی اور محمد میر خاں سرور نے ہادی سے ملاقات اور دوستی کا ذکر کیا ہے۔

مصحفی، قدرت اللہ قاسم اور سرؔور نے ان کے اخلاق کی تعریف کی ہے عمدۂ منتخبہ میں سرؔور نے لکھا ہے۔

"مردے خوش اختلاط، خوش گو، مؤدب است"

میر محمد جواد علی خاں ہادی کا شمار علما میں بھی کیا جاتا تھا۔ علوم متداولہ میں ان کی دسترس کا ذکر قدرت اللہ قاسؔم نے کیا ہے۔ علم عروض و قوافی میں ایک منظوم رسالہ لکھا تھا اس کے علاوہ فقہ و فرائض، صرف و نحو اور دوسرے موضوعات پر رسایل تحریر کیے تھے۔ اردو دیوان کے علاوہ ایک دیوان بے نقط بھی مدون کیا تھا

ہاؔدی نے مؔیر اور سودا کا زمانہ پایا تھا۔ ان کا جو کلام ہم تک پہنچا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فکر و فن کے ساتھ ساتھ جذبات اور احساسات پر ان کی گہری گرفت تھی۔ ان کی کسی کتاب کا کوئی نسخہ دریافت نہیں ہوا۔ یہاں پر سید ہاؔدی کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

بس کہ شب دل کے مقابل پیچ و تاب نالہ تھا
جو نفس گرد رالبوں سے شعلہ جوالہ تھا
کیا خنک بانیں تھیں منع گریہ کی ناصح کہ شب
دامن مژگاں گوہر بار ابر ژالہ تھا
رات ساقی لے وہ آتش کی تھی پیمانے میں حل
جس سے ہر لخت جگر ہم بزم داغ لالہ تھا
اس طرف یہ گرہ فرا پنی بضاعت میں فقط
بے اثر اک آہ تھی یا بے تصرف نالہ تھا

رہ رہ کے سخن کہنا ہر بار بہت تحفہ
ہیں لب تو بیاں لب ہی گفتار بہت تحفہ

ہیر پانو کی ٹھوکر میں سو دل پڑے تڑپے ہیں
کچھ ان دنوں سیکھے ہو رفتار بہت تحفہ

ہم رہے پر اس نے دل کی نہ خبر پوچھی
ہم کو بھی ملا ہے یہاں دلدار بہت تحفہ

میں کہا کہ غیر کے مت جا تو کہا تجھ کو کیا
کرے تو آپ کو رسوا تو کہا تجھ کو کیا

سر کو ظالم کے ترے پاؤں پہ رکھو رکھ ہادی
میں کہا کچھ اسے فرما تو کہا تجھ کو کیا

اے دل اب دیتا نہیں وہ داد یہ کیا ہو گیا
آج کچھ سنتا نہیں فریاد یہ کیا ہو گیا

لگ گیا دل اس کا جب تصویر تیری کھینچ کر
رکھ کے قلم کھینے لگا بہزاد یہ کیا ہو گیا

سیکھ لے ہم سے کوئی کسے گزر جانے کی طرح
آگ میں ہم آپ کو جھونکیں ہیں پروانے کی طرح

قاصد آتا ہے وہاں سے گریاں
نامہ کا ہوا جواب معلوم
جز اس کے کہ خوار ہو کے مر جائے
کوئی تجھ سے ہو کامیاب معلوم

مرتے ہیں مر گیا پہ رحم نہ آیا تجھ کو
رہ گئی دل میں مرے آہ یہ حسرت ظالم

وہ دل کہ تھا نہ کبھی یار گرم سے واقف
بنا ہے بزم میں اس کی پتنگ مجمر کا

برس کے کھل گئے بادل اتر چلے دریا
وہ ہے گشتہ کبھو زور دیدۂ تر کا

اب کسی سے نہ حجاب کیجے گا
نہ کسی دل میں راہ کیجے گا

لگے تھے تیر نگاہ بس کہ ہادی اس دل پر
عبادت نام و نشاں مطلق اس نشانی پر
کچھ فرق نہیں کعبہ و بتخانہ میں ہادی
ہے منزل مقصود کوئی راہ کسو کی

انجمن شاخ بھاگلپور کے عہدیدار

صدر: (۱) ڈاکٹر محمد یوسف صاحب

نائب صدر: (۱) مولانا غلام حسین صاحب (۲) ڈاکٹر غیاث الدین احمد صاحب (۳) محمد سلیم احمد خاں صاحب

جنرل سکریٹری: پروفیسر شاہین غازیپوری

خازن: مولانا سید شاہ شرت عالم صاحب ندوی

جوائنٹ سکریٹری: (۱) سید تسنیم احمد صاحب (۲) سید اشفاق حسین صاحب (۳) مولانا قمر الحسن صاحب۔

ممبران:

(۱) حکیم محمد یوسف صاحب (۲) مولانا محمد ایوب صاحب (۳) مولوی محمد مشفقی صاحب (۴) مولانا عبد الرحمٰن صاحب (۵) مسٹر علی امام صاحب انصاری (۶) مولانا رضا احمد انصاری (۷) مولانا عبد الرحمٰن صاحب (۸) مولوی منصور خان صاحب (۹) مولانا شمس الضحٰی صاحب (۱۰) مسٹر سلیمان خاں صاحب (۱۱) مولوی محی الدین غنی صاحب (۱۲) جمال احمد جمالی صاحب۔

سکریٹری

اورینٹل کالج بمبئی

کالج کے سپلیمنٹری امتحانات شعبہ اردو (ادیب۔ منشی منشی عالم) ۲۵ جنوری اور شعبہ اسلامیات (ابتدائی متعلم اسلامیات ماہر اسلامیات) یکم فروری ۱۹۶۵ء سے شروع ہوں گے۔ طالبات سے نصف فیس لی جاتی ہے۔ مقامی طلبہ بمبئی کے لیے گشتی کتب خانہ کا انتظام ہے۔ دستور و نصاب اور داخلہ فارم منگوانے کے لیے پتہ:

پرنسپل، اورینٹل کالج بھنڈی بازار ۳

خوش خبری

اورینٹل کالج نے سال رواں میں مسٹر دلاور حسین خاں ایم۔ اے (بنارس) اور مسٹر نسیم احمد حیا (دہلی) کو "ڈکٹور ادب" کی اسناد عطا کیں۔

پرنسپل اورینٹل کالج بمبئی

روس میں اردو شاعروں کی مقبولیت

کلکتہ، ۲ راکتوبر۔ آج شام کو کلکتہ سویت دیس کے دفتر میں سوویت مطبوعات پر وفیسر ڈاکٹر چیلی شیف نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ سوویت یونین میں ہندوستانی ادب اور شاعری سے بہت دلچسپی لی جاتی ہے۔ ہندوستان کی تمام زبانوں کے ممتاز ادیبوں اور شاعروں کی تصنیفات کے روسی میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں ٹیگور، پریم چند، اقبال، غالب اور فیض کی تصانیف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (انشار کلکتہ)

کرشن موہن

سرزمینِ رودِ چنبل الوداع

حال ہی میں کرشن موہن کوٹہ سے بسلسلۂ ملازمت تبدیل ہو کر دہلی واپس آگئے ہیں۔ کوٹہ میں ان کے اعزاز میں متعدد الوداعی تقریبات منعقد ہوئیں جن میں کوٹہ کے شعرا نے محبت بھری نظمیں پڑھیں اور کرشن موہن نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار مندرجہ ذیل نظم میں کیا ہے:-

سرزمینِ رودِ چنبل الوداع
دل میں ہے فرقت کی ہلچل الوداع
آج تجھ کو چھوڑ کر جاتا ہوں میں
اپنے دل کو بے وفا پاتا ہوں میں
تیرا میرا ساتھ لکھا ہی تھا اتنا مختصر
تھا قیامِ شوق کتنا مختصر

ہو چلے تھے اب تو مانوسِ دلِ اندوہ گیں
تیرا پانی، پیڑ، پتھر، دُھول — تری ہر ایک چیز
میرے دل کو تیرے پتھر بن رہے کتنے عزیز
پتھروں میں پھول پھل
اور جھیلوں میں کنول
دیکھ کر جن کو مچل جاتا ہے دل
یہ ترے دشت و جبل
اور باغاتِ بسیط
رنگ کاں کیفیت آمیز کا دورِ نشیط
رقصِ طاؤسانِ شنگ
باعثِ صد کیف و رنگ
دل میں چاہت کی امنگ
اور عشرت کی ترنگ
نغمہ و شعر و سخن کی محفلیں
زندگی بھر یاد رکھوں گا جنھیں۔
یہ تمام
اس قیامِ چند روزہ میں عطا کرتے رہے
مجھ کو اپنا التفات

سارے حیاں مطلوب حُسنِ خود و نما و با تمیز
السی، اتلی، گندم و گشنیز نیز
نطفِ خورد و نوشش و پوشش
کارخانوں کا یہ جوش
منظر تسکین و ہوش
زندگی انگیز ہے، کتنا مسرت خیز ہے

لوگ کہتے تھے یہاں
چند دل کھوٹے بھی ہیں
میں نے تو ہر دل کو پایا ہے کدورت سے بری
مجھ پہ تو چھائی رہی اخلاص کی جادوگری
مجھ سے کوئی دل نہیں کھوٹا رہا
میرے دل پہ سحرِ حسنِ فطرتِ کوٹہ رہا
سرزمینِ رودِ چنبل الوداع

ایک تازہ غزل کا ایک شعر

بات کرتے ہیں وہ اب ایسی زباں میں اعجاز
کوئی سمجھے ہی نہیں نامہ نگاروں کے سوا!

اعجاز صدیقی

شاخ اوجین کی خبریں

انجمن ترقی اردو شاخ اوجین کی انتھک کوششوں کے نتیجے میں امسال سے گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج کی بی اے سال اول اور بی اے سال دوئم (تین سالہ ڈگری کورس) میں اردو کی پڑھائی بطور اختیاری مضمون شروع ہو گئی ہے۔ لکچرر مس امین فاطمہ بھوپالی کا تقرر ہو گیا ہے۔

مادھو ڈگری کالج میں بی اے ورکنگ مینز کلاسز B.A WORKING MEN'S CLASSES میں اردو کی پڑھائی کا انتظام اس سیشن سے ہو گیا ہے۔ ایم۔ اے اردو کلاسز کے اجرا کی کوشش جاری ہے۔ گورنر و چانسلر وکرم یونیورسٹی کے احکامات آچکے ہیں جو متعلقین کے زیرِ غور ہیں۔

امسال جامعۂ اردو کے امتحانات میں چودہ طلبا و طالبات شریک امتحانات ہو رہے ہیں۔ جن کو انجمن کی لائبریری سے کتابیں فراہم کی جا رہی ہیں۔

انجمن کے تعاون سے گنیش اتسو میں دو بڑے اور دو مقامی شاعرے منعقد کیے گئے۔ سامعین کی تعداد بیس بیس ہزار تھی۔ چھ سات مقامات پر گنیش اتسو کمیٹی نے قوالیوں کا بھی انتظام کیا جو تمام رات بہت دلچسپی سے سنی گئیں۔ قوالیوں اور مشاعروں کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔

آل انڈیا اردو کانفرنس جے پور میں اوجین سے سلطان احمد صدیقی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (علیگ) اور جناب اے این نسیم صاحب نے شرکت کی۔

سلطان احمد صدیقی جنرل سکریٹری

(۱) بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی : ہم نہایت مسرت کے ساتھ ۱۹۶۵ء کے حج کے لئے جہازوں کی روانگی کے عارضی پروگرام کا حسب ذیل اعلان کرتے ہیں۔ قانون کے مطابق قطعی تاریخوں کا اعلان ہر جہاز کی روانگی سے پندرہ روز پہلے کیا جائے گا۔

رمضان سے قبل جہازوں کی روانگی

اسلامی کی روانگی ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۴ء کو بمبئی سے متوقع ہے

رمضان کے بعد جانے والے جہازوں کی روانگی کی متوقع تاریخیں

نام جہاز	روانگی کی متوقع تاریخ	نام جہاز	روانگی کی متوقع تاریخ
مظفری	۶ر فروری ۱۹۶۵ء	مظفری	۱۰ر مارچ ۱۹۶۵ء
مسعودی	۸ر " "	محمدی	۱۶ر " "
محمدی	۱۱ر " "	اسلامی	۲۴ر " "
اسلامی	۱۴ر " "	مظفری	۲۷ر " "
مظفری	۲۲ر " "		
محمدی	۲۸ر " "		
اسلامی	۵ر مارچ "		

(۲) کرایہ : بمبئی سے جدہ اور جدہ سے بمبئی کو واپسی کے اخراجات مندرجہ ذیل ہوں گے۔ ہر حالت میں واپسی ٹکٹ ہی جاری کیے جائیں گے۔

بمبئی / جدہ / بمبئی

	کرایہ	خوراک	جدہ کے صفائی محصول	کرایہ مکان	جدہ کے سفری اخراجات	کل میزان
فرسٹ کلاس						
بالغوں کے لیے	۱۱۵۷/۱۰	۱۶۸/۵۰	۹۹/۷۵	۱۳/۳۷	۲/-	۱۴۱۹/۷۲
بچے ۳ تا ۵ سال	۵۷۸/۵۵	۸۹/۲۵	-	-	-	۶۶۷/۸۰
" ۱ تا ۳ "	۵۷۸/۵۵	-	-	-	-	۵۷۸/۵۵
ڈیک کلاس						
بالغوں کے لئے	۴۲۴/۲۰	۵۵/۹۵	۹۹/۷۵	۱۳/۳۷	۴/-	۵۹۴/۹۷
بچے ۳ تا ۵ سال	۲۱۲/۱۰	۲۷/۸۲	-	-	-	۲۳۹/۹۲
" ۱ تا ۳ "	۲۱۲/۱۰	-	-	-	-	۲۱۲/۱۰

محمدی اور مظفری میں دس اور مسعودی میں دو برتھ والے آٹھ کیبن ہیں جن کے ساتھ غسل خانے بھی ملحق ہیں ان کا کرایہ فرسٹ کلاس کے علاوہ فی برتھ مزید بیس روپیہ یک طرفہ دینا ہوگا۔ کسی جہاز میں ایک برتھ کی کیبن نہیں ہے۔

(۳) پابندیاں : حاجیوں کی عام صحت اور بھلائی کے پیش نظر مندرجہ ذیل زمرہ کے اشخاص پر پابندیاں عاید کردی گئی ہیں جن کی رو سے انھیں حج کو جانے کی اجازت نہ دی جائے گی عازمین حج درخواست بھیجنے سے پہلے ان پابندیوں پر غور کرلیں۔

(الف) ۵ اور ۱۴ سال کے درمیان کی عمر کے بچے

(ب) ایسے لوگ جن کے پاس ہندوستانی سکہ رائج الوقت کے ۱۰۰۰ روپئے سے کم ہوں حج کو جانے کی اجازت نہ پا سکیں گے

(ج) ایسے حضرات کو جو گزشتہ پانچ سال یعنی ۱۹۶۰–۶۴ کے دوران فریضۂ حج ادا کرچکے ہیں حج بدل کی بھی اجازت نہ دی جائے گی۔

دی مغل ا...

حج ...

(د) ایسی خواتین جو درخواست گزاری کے وقت ...

(ہ) وہ اشخاص جو مندرجہ ذیل بیماریوں یا عارضی ...

۱۔ دماغی امراض (۲) دق یا سل (۳) دمہ (۴) ...

(۴) ریزرویشن کے قواعد : تمام درخواست دہندہ ...
خواتین کے، اشد ضروری ہے کہ اپنی درخواست کے ...
مزید چار کاپیاں اور بھیج دیں ایک سال سے کم ...
ہر عازم حج کو الگ فارم پر درخواست بھیجنی ...
بچے کا سفر خرچ نہ پڑے گا پھر بھی اس کی درخواست ...
بھیجی جائے جس میں اسکی صحیح عمر درج ہو جسکی ... ق...
کے ساتھ ایک حلف نامہ اس امر کا ہونا چاہیے کہ ...
ایک مستند ڈاکٹر کا ڈاکٹری سرٹیفیکٹ بھی اس امر ...
نہیں، درخواست میں مندرجہ ذیل تفصیلات ...
(۱) پورا نام (۲) باپ یا شوہر کا نام (۳) جنس (۴) ...
(۷) پیشہ (۸) پورا پتہ معہ نام ڈاکخانہ، ضلع اور ریاست ...
صراحت کہ اس سے کیا رشتہ ہے (۱۰) جہاز کا نام ...
جہاز کا نام مع تاریخ روانگی (۱۱) درجہ جس میں ...
کی تفصیلات یعنی ڈرافٹ کا نمبر، بینک کا نام اور ڈرافٹ ...

بحری جہاز میں جگہ کا ریزرویشن

(الف) ڈیک کلاس : مقررہ فارم پر درخواست ... ساتھ ۱۴ سال سے زیادہ ...
سال تک کی عمر کے بچے کی درخواست کے ساتھ ۱۹ ...
پیشگی بھیجے جائیں۔
(۲) تمام رقومات بنک ڈرافٹ ہی کے ذریعہ بھیجی جائیں، ڈرافٹ ...
بھیجا جانا چاہیے صرف وہ حضرات جو ایسی جگہوں پر ...
منی آرڈر یا چیک کسی حالت میں قبول نہ کیے جائیں ...
(۳) جس لفافے میں بنک ڈرافٹ یا نقد روپیہ بھیجا جا...
کا تعلق ہے ضرور لکھنا چاہیے اور یہ بھی صراحت ہونا چاہیے ...
لفافوں پر ان امور کی صراحت نہ ہوگی وہ واپس ...
۴۔ کسی لفافے میں سات سے زیادہ درخواستیں ...
کے لوگوں کی ہوں ورنہ درخواستیں مسترد کردی ج...
۵۔ جو درخواستیں مقررہ شرائط کو پورا نہ کریں گی ...

دی مغل لائن لمیٹڈ — ۱۶ / بن...

...ن لمیٹڈ

...۱۹۶۲ء

...سمہ

...ہ یا اس سے زیادہ مدت کی حاملہ ہوں

...میں مبتلا ہوں۔

...مرض (۵) متعدی کوڑھ (۶) دیگر شدید متعدی امراض۔

...کیلئے جن میں خواتین بھی شامل ہیں (سوائے پردہ نشین

...پورٹ سائز کا فوٹو چسپاں کر دیں اور فوٹو کی

...بچے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

...کی دو کاپیاں ہونا ضروری ہیں اگرچہ ایک سال کے

...فارموں پر اس کے باپ یا سرپرست کے دستخطوں سے

...پیدائش کا سرٹیفکیٹ منسلک کیا جائے درخواست

...دہندہ نے گزشتہ پانچ سال میں حج ادا نہیں کیا اور

...ضروری ہے کہ درخواست دہندہ سفر کے قابل ہے یا

...ضروری ہے۔

...تاریخ پیدائش (۹) قومیت ہندوستانی یا غیر ہندوستانی

...ہندوستان میں اپنے وارث کا نام اور اس بات کی

...جگہ درکار ہے، اگر اس جہاز میں جگہ نہ ہو تو دوسرے

...(۱۲) پچھلا حج کس سال ادا کیا تھا۔ (۱۳) ترسیل

...رقم (۱۴) دستخط درخواست دہندہ (۱۵) درخواست کی تاریخ

...انے کے لئے طریقہ حسب ذیل ہوگا

...دو کالم ٹھیک ٹھیک خانہ پری کر کے اور اس کے

...ہر ایک کا پورا کرایہ ۵۹۲/۹۱ روپے بھیجا جائے ۲ سے ۵

...اور ایک سال سے ۲ سال کی عمر کے بچوں کی درخواست کے ساتھ ۲۱۲/۸

...کے نام ہونا چاہیئے جو بمبئی میں وصول کیا جا سکے اور بذریعہ رجسٹری

...نہیں ہیں بیمہ کے ذریعہ روپیہ بھیج سکتے ہیں۔

...کے بائیں کونے پر اس ریاست کا نام جس سے کہ درخواست دہندہ

...رمضان سے قبل مطلوب ہے یا رمضان کے بعد جن

...ہے جائیں گے۔

...جائیں اور یہ ساتوں درخواستیں ایک ہی

...دی جائیں گی۔

(۵) سیٹوں کے رجسٹریشن کا کام گورنمنٹ کے مقرر کردہ ضابطے کے مطابق ہوگا اور دس نومبر ۱۹۶۲ء کے بعد شروع ہوگا جو کہ درخواستوں کی وصول یابی کی آخری تاریخ ہے۔

(۶) رجسٹریشن ہو جانے پر ایک رسید بی فارم پر جاری کی جائے گی جس میں جہاز کا نام اور رجسٹریشن کا سلسلہ نمبر ہوگا۔ درخواست دہندگان کو بعد کی تمام خط و کتابت میں یہ سلسلہ نمبر لکھنا ہوگا۔

(۷) ڈیک کلاس کے عازمین حج کو اپنی رسید (بی فارم) حفاظت سے رکھنا چاہیے کیونکہ ان کو ٹکٹ اسی وقت دیا جائیگا جب کہ وہ اس فارم کو بمبئی میں ٹکٹ گھر کے عملے کے حوالے کر دیں۔ یہی فارم ان کی شناخت کا ذریعہ ہوگا۔

(ب) **فرسٹ کلاس:** اس کلاس کے ریزرویشن کے قواعد بھی وہی ہوں گے جو ڈیک کلاس کے ریزرویشن کیلئے ہیں نیز یہ کہ مقررہ فارم پر درخواست دہندہ کو اپنے ساتھ ۱۲ سال سے زیادہ عمر کے ہر بالغ کا پورا کرایہ ۱۹/۴۲ ۱۲ ۱۲ اور ۲ سے ۵ سال تک کے بچے کا پورا کرایہ ۹۹۶/۱۰ اور ایک سال تک کے بچے کا کرایہ ۵۰/۵۰ اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ اور حلف نامہ بھیجا جائے۔

فرسٹ کلاس کے ان عازمین حج کو جو اپنے ساتھ ملازم بھیجنا چاہتے ہیں ملازمین کے ڈیک کلاس کیلئے پیراگراف ۲ (ا) کے مطابق درخواستیں بھیجی چاہیے تاکہ گنجائش کے مطابق عازمین کی جگہ کا ریزرویشن کر دیا جائے کلاس کی بکنگ کی میعاد ختم ہونے کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر غور نہ کیا جائے گا۔

(۶) **ویٹنگ لسٹ:** ڈیک کلاس یا فرسٹ کلاس کسی کیلئے بھی ویٹنگ لسٹ کا اعلان نہیں کیا جائے گا۔ تمام وہ درخواستیں جن پر عملی ریزرویشن کیلئے غور نہیں کیا جا سکا ان کی کچھ فیصدی تعداد ہر ایک کلاس کی ویٹنگ لسٹ پر رکھی جائیگی۔ ویٹنگ لسٹ پر رکھے جانے والے عازمین حج کو کینسل ہونے والی نشستوں کے عوض بٹھایا جائے گا اور الاٹمنٹ ایک ترتیبی ضابطہ کے تحت ہوگا الاٹمنٹ ہونے پر عازمین کو فوراً اطلاع بھیجی جائیگی جن درخواستوں کو ویٹنگ لسٹ پر نہیں رکھا جائیگا انھیں درخواست گزار کو واپس کر دیا جائے گا۔

(۷) **بکنگ کی ابتدا:** پبلک کی عام اطلاع کیلئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ ہمارے دفتر کے کاؤنٹر پر کوئی درخواست نہیں لی جائیگی لہٰذا تمام درخواستیں بذریعہ رجسٹری یا بیمہ کے لفافوں میں مندرجہ بالا طریق کے مطابق بھیجی جائیں تاکہ وہ کمپنی کے پاس ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء تک یا اس سے قبل موصول ہوں جو درخواستیں اس تاریخ کے بعد موصول ہونگی انھیں واپس کر دیا جائے گا۔

(۸) **منسوخی:** اگر کوئی شخص اپنی نشست منسوخ کرانا چاہتا ہو تو اسے اس امر کی اطلاع کہ اس کیلئے جو نشست بک کی گئی ہے خواہ فرسٹ کلاس یا ڈیک کلاس میں ترک کر دی گئی ہمارے دفتر میں کم از کم ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء تک پہونچ جانی چاہیے ایسا کرنے پر رقم واپس کراتے وقت کرایہ کی رقم میں سے دس فیصدی کٹوتی کی جائیگی جن اشخاص کے نام ویٹنگ لسٹ پر ہوں گے۔ اور مابعد نشست منسوخی کے عوض الاٹ کی جائیگی، اگر وہ کمپنی کو نشست منسوخ کرانے کے بارے میں اپنے ارادہ کی اطلاع اس جہاز میں جس میں کہ ان کی نشست بک کی گئی ہوگی تاریخ روانگی سے دس دن قبل نہیں دیں گے تو ان کرایہ کی رقم جو ریفنڈ کرتے وقت دس فیصدی کاٹ لی جائے گی۔

(۹) ناموں کو تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دی جائیگی اور نہ ہی ریزرویشن میں تبدیلی کی اجازت ہوگی

(۱۰) غیر ملکی اصحاب

تمام ایسے اشخاص جو ہندوستانی قومیت نہ رکھتے ہوں اور بمبئی تا جدہ حاجیوں کے جہاز میں نشستیں چاہتے ہوں ان کیلئے لازم ہوگا کہ ہندوستان میں متعین اپنے ملک کے قونصل جنرل یا نمائندوں کے ذریعہ درخواست ارسال کریں۔ نیز ان کے پاس انٹرنیشنل پاسپورٹ ہونا ضروری ہیں جو سعودی عربیہ حکومت کی طرف سے باقاعدہ تصدیق شدہ ہوں ان کے پاس ویزہ بھی ہونا چاہیئے علاوہ ان کے پاس کارآمد واپسی ویزا ہونا چاہیئے تاکہ فریضہ حج سرانجام دینے کے بعد واپسی سفر پر وہ بمبئی کیلئے جدہ سے جہاز پر سوار ہو سکیں۔ ایسے عازمین حج کو صرف ڈیک کلاس میں جگہ پیش کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ کسی بھی جہاز میں کوئی جگہ خالی ہو

(۱۱) عازمین حج کی خدمت میں التماس ہے کہ

وہ نوٹ فرمالیں کہ جدہ سے بمبئی لوٹنے کیلئے نشستوں کا انتظام جدہ میں نذیر ایجنسی کے تحت ہے جو جدہ میں ان کی آمد کے حساب کی ترتیب سے دیا جاتا ہے

(۱۲) حج کے سلسلہ میں مزید تفصیلات۔ معلوم کرنے کے لئے براہ کرم ایگزیکٹو آفیسر پورٹ حج کمیٹی کارنک روڈ بمبئی کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔

(۱۳) ریزرویشن کا حال یا کارروائی معلوم کرنے کیلئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں

...ٹ اسٹریٹ فورٹ بمبئی ۱

مراسلات

اردو تحریک

(۱)

ہماری زبان مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۶۷ء میں مندرجہ صدر عنوان کے تحت ڈاکٹر گیان چند صاحب کا مضمون نظر سے گزرا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اور اردو کی ترویج و ترقی کے لیے جو تجاویز پیش کی ہیں ان پر اردو ادب کے حامیوں اور بہی خواہوں کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جس صاف گوئی سے کام لیا ہے اور اپنے بیان کی تائید میں جو حوالے دیے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے بعض بر آوردہ ذمہ دار حضرات نے کس طرح اردو کو فقط اپنی ذات سے منسوب کیا ہے۔ بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم میرے کرم فرماؤں میں سے تھے۔ جب وہ پہلی بار کشمیر تشریف لائے تو علامہ کیفی دہلوی مرحوم کی وساطت سے مجھے ان سے ذاتی طور پر شرف نیاز حاصل ہوا اگرچہ مولانا موصوف برسوں پہلے میرے ناچیز کلام کے مجموعے پر اپنی رائے کا اظہار کر چکے تھے اس کے بعد ان کے ہندوستان سے ہجرت کرنے کے زمانے تک ان کے ساتھ میرے تعلقات قائم رہے۔ اس خیال سے کہ میں نے اپنی بساط عمر کا بیشتر حصہ اردو ادب کی خدمت گزاری میں صرف کیا وہ مجھے نہایت عزیز سمجھتے تھے۔ اس دوران میں اُن سے تبادلۂ خیالات کرنے پر میں ہمیشہ یہی سمجھتا رہا کہ وہ اردو کو ہندو مسلمان دونوں کی مشترکہ زبان سمجھتے تھے۔ اس حقیقت کی تائید میں شاید اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ ان کی نگرانی میں جو سہ روزہ اخبار "ہماری زبان" سالہا سال دہلی سے شائع ہوتا رہا (اور جس کے بہت سے پرچے اب تک میرے پاس محفوظ ہیں) اس کی ہر اشاعت کے سرورق پر سر تیج بہادر مرحوم کا مقولہ کہ "اردو زبان ہندو مسلمان دونوں کو اپنے آبا و اجداد سے ایک مشترکہ و مقدس ترکہ کی حیثیت سے ملی ہے جو قطعاً ناقابل تقسیم ہے" درج ہوتا تھا ڈاکٹر گیان چند صاحب کے مضمون سے یہ معلوم کر کے کہ پاکستان جانے کے بعد مولوی صاحب نے اپنی رائے بدل دی تھی اور ۱۹۵۹ء میں اردو کو محض مسلمانوں کی زبان قرار دیا تھا سخت حیرت ہوئی اس کے ساتھ ہی سید ہاشمی فرید آبادی کا یہ اعلان بھی کہ اردو سے ہندوؤں کا کوئی تعلق نہیں کس قدر قابل افسوس ہے۔

اردو رسائل و اخبارات کے مسلمان ایڈیٹر اور دوسرے اہل قلم جو ہندوؤں کو اردو کا دشمن قرار دیتے ہیں اور شد و مد سے پروپیگنڈا کر کے سرکار اور ہندی کے حامیوں کو ہدف ملامت بناتے ہیں خود انصاف سے فرمائیں کہ ایسے حالات میں اگر ہندو اردو سے بے اعتنائی اور اس کو اپنانے سے گریز کریں تو کیا وہ ایسا طرز عمل اختیار کرنے میں حق بجانب نہیں۔ اور کیا اس قسم کے بیانات ان ہندوؤں کو اردو سے بیزار کر دینے کا موجب نہیں جو پہلو بہ پہلو ایک کرکے اردو کی خدمت پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ عرض کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا ذمہ دار حضرات اور ان کے ہمنواؤں کے بیانات کے باوجود ملک میں چند ایسی برگزیدہ اور حق پسند ہستیاں بھی موجود ہیں جو اردو کو ہندو مسلمان دونوں کا مشترکہ سرمایہ سمجھتی ہیں اور تعصب کی رو میں بہ کر واقعات سے آنکھ بند کرنے کے حق میں نہیں ان میں سے نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن کے نزدیک "اردو زبان کوئی بدیسی زبان نہیں اور نہ ہی اسے صرف مسلمانوں کی زبان کہنا صحیح ہے۔ اردو خالصتاً ایک ہندوستانی زبان ہے جو اسی ملک میں پیدا ہوئی اور جس کی جڑیں ہندی میں پھیلی ہوئی ہیں" اس میں شک نہیں کہ ڈاکٹر صاحب ایسے حق پسند بزرگ کے ہم خیال اور بھی کئی نامور مسلم ادبا ملک میں پائے جاتے ہیں جو ہندوؤں کی قابل قدر خدمات کے معترف ہیں۔ ان دور اندیش اور حقیقت شناس اصحاب کا رویہ ہندوستان میں نہ صرف اردو کی بقا اور روز افزوں ترقی کا ضامن ہو سکتا ہے بلکہ بالواسطہ ہندو مسلم اتحاد کو بھی مستحکم بنانے میں ممد ثابت ہوگا۔ منجملہ چند دیگر حضرات کی آرا کے میں ذیل میں پروفیسر ضیا احمد صاحب بدایونی ایم۔ اے (سابق صدر شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے اس مقدمے سے چند اقتباسات درج کرتا ہوں جو صاحب موصوف نے "مرقع افکار" پر قلم بند فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:-

"اہل سیاست اپنی ذاتی اغراض کے پیش نظر جو چاہیں کہیں لیکن یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اردو ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہے جو بقول سر تیج بہادر سپرو ناقابل تقسیم ہے۔ یہ امر نہ صرف خواص بلکہ عوام کو بھی معلوم ہے کہ اردو ہندوستان ہی کی ایک قدیم زبان (کھڑی بولی) سے نکلی ہے اور اس کی جڑیں ہماری تہذیب اور تمدن میں دور تک پھیلی ہوئی ہیں ہر زندہ زبان کی طرح مختلف اوقات میں بدلتے ہوئے ماحول کے اثر سے اس میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں چنانچہ مسلمانوں کی آمد پر اس نے فارسی و عربی الفاظ اور انگریزوں کے آنے پر انگریزی الفاظ کا خیر مقدم کیا اور ان کو محبت سے اپنے دل میں جگہ دی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ الفاظ آج اردو ہی کا سرمایہ سمجھے

جاتے ہیں۔ سید انشا نے دریائے لطافت میں کتنی پتے کی بات کہی ہے کہ فارسی و عربی کے جو الفاظ اپنی اصل سے ہٹ کر مختلف شکل یا مختلف معنی میں اردو کے اندر رائج ہو چکے ہیں ان کی اصلی ہیئت پر اصرار کرنا غیر مناسب اور ان کو اردو ہی کی ملکیت جاننا واجب ہے۔ یہی اصول ہندی اور سنسکرت کے شبدوں میں بھی کارفرما ہے مثلاً ورشا۔ بارتا۔ کشیر۔ برہمنشٹر وغیرہ کی بگڑی ہوئی شکل اردو میں برسات۔ بات۔ کھیر۔ برہمن ہے جو خوش آیند اور فصیح تر ہے۔

ہر زبان کے کلمات اسم فعل اور حرف پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اردو کے سرمایہ پر نظر ڈالیے تو آپ پائیں گے کہ اس کے فعل و حرف پچانوے فی صدی ہندی الاصل ہیں۔ اسما میں ضرور پچاس فی صدی فارسی و عربی کا عنصر شامل ہے جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یا تو یہ ان تمدنی اشیاء کے نام ہیں جو مسلمان اپنے ساتھ لائے اور جن کے لیے کوئی بدل مقامی زبانوں میں موجود نہ تھا یا قدیم ہندی لفظ میں ثقل اور کرختگی تھی جس کے باعث وہ لفظ قدرتی موت مر گیا اور اس کی جگہ فارسی یا عربی لفظ نے لے لی۔

تاریخ اور لسانیات کے طلبہ واقف ہیں کہ یہ زبان نہ ہندوستان سے باہر کہیں بولی جاتی تھی نہ مسلمان اس کو باہر سے لائے۔ نہ یہ کبھی یہاں کی سرکاری زبان رہی۔ یہ دراصل عوام ہندو مسلمانوں کی زبان تھی جس کو انھوں نے اپنی ضرورت کے مطابق تراش خراش کر کے ایک عمدہ سانچے میں ڈھال لیا۔ ورنہ اہل علم تو تصنیف و تالیف کے کاموں میں عموماً سنسکرت یا فارسی و عربی استعمال کرتے تھے۔

یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں نے اس کی ساخت و پرداخت میں نمایاں حصہ لیا اور مسلمان شاعروں اور نثر نگاروں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سلسلے میں ہندو بھائیوں کی خدمات بھی کافی اہم ہیں۔ انھوں نے تن، من، دھن سے اس پودے کو پروان چڑھایا اور ان کی ان تھک کوششوں سے آخر یہ برگ و بار لایا۔

اردو شعرا کے تذکرے اٹھا کر دیکھ جائیے مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو ہندو شعرا کے نام بھی آپ کو بکثرت ملیں گے۔ یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ مسلمان تذکرہ نگاروں نے ان کا ذکر نہایت محبت و احترام سے کیا ہے۔ میر تقی میر، میر حسن، مصحفی وغیرہ کی تصانیف کو پڑھ جائیے ہمارے دعوے کی تصدیق ہو جائے گی۔ اول تو وہ عہد تعصب اور فرقہ پرستی کی جاہلیت سے پاک تھا، پھر ادب کی فضا خاص طور پر صلح کل کی فضا تھی۔ جس میں کہیں استاد مسلمان تھا اور شاگرد ہندو جیسے خان آرزو کے شاگرد رائے آنند رام مخلص، کہیں استاد ہندو تھا اور شاگرد مسلمان جیسے سرب سنگھ دیوانہ کے تلامذہ میر حیدر علی حیران اور حسرت (استاد جرأت)۔ یہ باکمال دوسروں کے کمال کے اعتراف میں کبھی تعصب اور تنگ نظری کو دخل نہ دیتے تھے اور دراصل عطر محبت کی یہی شمیم انگیزیاں تھیں جن سے ہندوستانی سماج صدیوں تک معطر رہا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اردو کی تعمیر میں برادران وطن کا حصہ مسلمانوں سے کسی طرح کم نہیں۔ اپنے دعوے کے ثبوت میں ہم یہاں مختلف تذکروں سے ہندو شعرا کے ناموں پر اکتفا کریں گے مثلاً نکات الشعرا میر تقی میر۔ آنند رام مخلص۔ رسوا۔ لالہ ٹیک چند بہار۔ بندرابن راقم وغیرہ۔

تذکرہ شعرائے اردو میر حسن۔ رائے پریم ناتھ۔ ٹیک چند بہار۔ بسنت کو رائے شیدا۔ بیاناتھ۔ سرب سنگھ۔ رائے سرب دیوانہ۔ لالہ کھاسی رام خوشدل۔ بندرابن راقم۔ ملاس رائے رنگین۔ خوشوقت رائے شاداب۔ جنکاری داس عزیز۔ فارغ۔ بدھ سنگھ قلندر۔ لالہ کاشی ناتھ۔ آنند رام مخلص۔ راجہ رام نرائن موزوں۔ عجائب رام مشتی۔ لالہ نول رائے وفا۔

تذکرہ ہندی مصحفی۔ راجہ جسونت سنگھ پروانہ۔ لالہ ٹیکا رام تسلی۔ لالہ بالمکند حضور۔ آفتاب رائے رسوا۔ لالہ کانجی مل صبا۔ مجنوں۔ کنور سین مضطر۔ درگا پرشاد مضطرب۔ گنگا سنگھ نادر۔

اگر کوئی شخص تمام تذکروں کا استقصا کرنا چاہے تو بے شبہ ہزار ہا ناموں کی ایک طویل فہرست تیار کر سکتا ہے۔ اگر اس میں ماضی قریب اور زمانۂ حال کے چند ممتاز ہندو شعرا کے نام بڑھا لیے جائیں تو یہ فہرست کمیت و کیفیت کے اعتبار سے اور وقیع ہو جائے گی۔ مثلاً سرشار۔ برق۔ شاد۔ نظر۔ سرور۔ چکبست۔ رواں۔ ساحر۔ شوق۔ کیفی۔ طالب۔ جوش۔ محروم۔ وحشی۔ جگر۔ فراق۔ ملا۔ عرش۔ تاجور۔ سحر۔ منور۔ بسمل۔ آزاد وغیرہم۔

"....کشمیر کے ہندو شعرا فارسی و اردو کی خدمت میں ہمیشہ سے ممتاز رہے ہیں۔ چناں چہ فارسی شعرا میں برہمن۔ بہار۔ تجود۔ خوشدل۔ درویش۔ دیری زیرک۔ ساحر۔ سرور۔ صبر۔ ضمیر۔ فروغ۔ جیلانی۔ نیکو وارستہ اور اردو سخنوروں میں آبر۔ بیدل۔ چکبست رعنا۔ ساقی۔ سرشار۔ سعد۔ شاکر۔ شوق۔ طالب کیفی۔ گلشن۔ ملا۔ نسیم۔ ہجر کے کارنامے رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔"

اس مبنی بر حقائق اور بصیرت افروز بیان کے پیش نظر یہ کہنا کہ اردو محض مسلمانوں کی زبان ہے یا یہ کہ اردو سے ہندوؤں کا کوئی تعلق نہیں۔ کاش پروفیسر ضیا احمد صاحب ایسے وسیع النظر اور اردو کے سچے بہی خواہ ملک میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں پائے جاتے اور ہندوؤں کو اس زبان سے بدظن بنانے کی بجائے ان کو اس کے قریب لانے کے موجب بنتے۔

اردو کے فروغ کے لیے ڈاکٹر گیان چند صاحب نے جو تعمیری تجاویز پیش کی ہیں قابل تعریف ہیں اگر اہل وطن ان پر عمل پیرا ہوں تو اس زبان و ادب کی توسیع و اشاعت یقینی ہے۔ میری ناچیز رائے میں اگر ان تجاویز میں ایک اور کا اضافہ کیا جائے تو غالباً بے محل نہ ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ

نامور اور مستند مسلمان اہل قلم حضرات ہندو ادبا و شعرا سے متعلق متعدد تذکرے۔ مضامین۔ مقالے اور کتابیں وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہیں تاکہ ہندو مصنفین کی حوصلہ افزائی ہو اور مسلمان عوام ان کے کارناموں سے واقف ہو جائیں۔

(طالب کاشمیری)

(۲)

اردو تحریک پر ڈاکٹر گیان چند کا مضمون پڑھ کر حیرت ہوئی۔ انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار بڑی صفائی اور دلیری سے کیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے محض تصویر کا ایک رخ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ بھی حقائق کی صحیح توجیہ نہیں کرتا۔ یہ بات سوچنے کی ہے کہ کیا آج اردو کے ساتھ جو بے انصافی ہو رہی ہے وہ محض دو قومی نظریہ کا نتیجہ ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا سوچنا اردو کے جمہوری کردار کو نظر انداز کرنا اور اس کی خدمات کے درخشاں پہلوؤں سے صاف انکار کرنا ہے۔ اردو ہندی جھگڑے کی ابتدا دو قومی نظریے سے نہیں ہوتی۔ اس کے لیے ڈاکٹر گیان چند کو تاریخ کے کچھ اور بھی اوراق الٹنے ہوں گے، انھیں اس مسئلے کو وسیع تر سیاسی و سماجی پس منظر میں سمجھنا ہوگا۔ اس کے پیچھے جو حالات و محرکات اور عزائم و مقاصد کارفرما رہے ہیں ان کا بھی احساس کرنا ہوگا۔ یہ مسئلہ اس قدر سادہ نہیں جیسا کہ ڈاکٹر گیان چند سمجھتے ہیں

اگر انھوں نے اس مسئلے کی پیچیدگیوں کو دیانتداری سے سمجھنے کی کوشش کی ہوتی تو وہ آسانی سے سارا الزام دو قومی نظریہ کے سر نہیں تھوپ دیتے۔ ہندی اردو جھگڑے کی ابتدا جس کا موجودہ اردو دشمنی شاخسانہ ہے، دراصل فورٹ ولیم کالج سے ہوئی، جہاں اردو اور ہندی کے جداگانہ شعبے قائم کر کے دونوں کے درمیان اختلاف اور افتراق کی خلیج حائل کر دی گئی، فورٹ ولیم کالج کے قیام میں یہ مقصد شامل رہا ہو یا نہیں، لیکن یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اس جھگڑے کا جنم اسی کے بطن سے ہوا، اور انگریزوں نے بعد میں اسے اپنے استعمار پسندانہ مقاصد کے لیے استعمال بھی کیا۔ انھوں نے لسانی اختلاف کو ہوا دے کر ہندو مسلم اتحاد کی جڑیں کھودنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوئے، یہ ایک ایسی بدیہی تاریخی حقیقت ہے جس سے ڈاکٹر گیان چند اختلاف کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلم لیگ کے دو قومی نظریے نے اس اختلاف اور افتراق کو اور بھی گہرا کر دیا اور اس کی وجہ سے ہماری معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں بے شمار الجھنیں پیدا ہو گئیں، لیکن اس صورت حال کی ذمہ داری جن حالات پر ہے ان سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ میں یہاں ڈاکٹر گیان چند کی واقفیت کے لیے اکبر مرحوم کا ایک قطعہ پیش کرتا ہوں جس سے انھیں اس مسئلے کی پیچیدگیوں کا بہت کچھ احساس ہو جائے گا اور یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ انگریزوں کا پھیلایا ہوا ہندو مسلم نفاق کا زہر کہاں تک پھیل چکا تھا اور اس نے ہماری ذہنیتوں کو کس قدر مسموم کر دیا تھا ؂

یہ کہتے تھے اک لالہ با وقار	کہ عربی حرف اب تو ہم پر ہیں بار
ڑکی ہے انھیں سے ہماری نمود	پھسکیں تو ثابت ہو اپنا وجود
کہاں کا حرام اور کہاں کا حلال	ہٹے ہائے حلی رہیں رام لال

تعجب ہے کہ ڈاکٹر گیان چند جیسے سمجھ دار اور باشعور قسم کے لوگ بھی تاریخی حقائق کو دانستہ یا نادانستہ غلط رنگ میں پیش کرتے اور ان کی نامعقول اور احمقانہ تعبیر کر کے غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں، ڈاکٹر گیان چند اس ریمارک کے لیے مجھے معاف فرمائیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا اردو کو اس لیے ملعون ٹھہرانا اور اس کی جان کے درپے ہو جانا جائز ہوگا کہ اس کے پلیٹ فارم سے دو قومی نظریے کا پرچار کیا گیا! ہر زبان میں اچھے اور برے خیالات کا پرچار ملتا ہے۔ اس کے ذریعہ سماجی اور سیاسی تحریکوں (ان کی نوعیت اور افادیت سے یہاں بحث نہیں) کے فروغ اور پروپیگنڈے کا کام لیا جاتا ہے، ذہنی اور فکری انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، تعمیری اور تخریبی دونوں ہی قسم کے رجحانات کی اشاعت کی جاتی ہے۔ غرض کسی زبان کا رول بیک وقت مثبت اور منفی دونوں ہی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر گیان چند کو سوچنا چاہیے کہ اردو کو محض دو قومی نظریہ کے پرچار کے جرم میں گردن زدنی قرار دینا کہاں

کا انصاف ہے؟ کیا اردو نے ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کے لیے کچھ نہیں کیا؟ کیا آزادی کی جدوجہد میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہا؟ کیا اس نے قومی ایکتا اور جذباتی اور فکری ہم آہنگی کو فروغ دینے میں کوئی پارٹ ادا نہیں کیا؟ میں نہیں سمجھتا کہ ڈاکٹر گیان چند جیسا اردو ادب کا ایک عالم اس زندہ و تابندہ حقیقت سے انکار کر سکے گا پھر ڈاکٹر گیان چند خود سوچیں کہ اردو کے متعلق دانستہ یا نادانستہ جو غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں، خواہ وہ کسی کی طرف سے ہوں، کہاں تک صحیح ہیں، اور وہ ان سے کیوں متاثر ہوتے ہیں؟ ان کا یہ فقرہ "آزادی کے بعد ہندوستان میں اردو ادب بڑے اچھے خطوط پر چل رہا ہے اور وہ قومی ہم آہنگی کو فروغ دینے میں بڑا کام کر رہا ہے" بہت ہی گمراہ کن ہے، اور اردو کے پچھلے سارے سرمائے پر دیری مراد خاص طور پر قومی و ملکی تعمیر کے سلسلے میں اس کے رول سے ہے، سیاہی پھیر دینے کے مترادف ہے۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ آزادی سے پہلے کے اردو ادب میں صحت مند اور تعمیری رجحانات نہیں ملتے اور شاید اس میں صرف دو قومی نظریہ کا پرچار ملتا ہے حالانکہ اردو نے قومی ایکتا کو فروغ دینے میں جو کام کیا ہے وہ ہندوستان کے کسی دوسرے ادب کے مقابلے میں کمتر نہیں، اردو کے درجنوں ادیبوں اور شاعروں نے آزادی کی جدوجہد کو فروغ دینے میں اپنا خون جگر صرف کیا ہے، ان کے الفاظ اور نغموں نے لوگوں کے دلوں میں بیداری کی لہر اور آزادی کی تڑپ پیدا کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ آزادی کی مہم کو تیز تر کرنے میں اردو کے ادیبوں اور شاعروں کا اہم بالشان حصہ رہا ہے۔ میں یہاں ان سارے ادیبوں اور شاعروں کے نام گنانا ضروری نہیں سمجھتا، اگر تنہا جوش کی نظموں اور ابوالکلام آزاد کے مضامین کو لے لیا جائے تو ایک خاصہ دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ اقبال اگرچہ ایک متنازعہ فیہ شخصیت ہیں، لیکن ان کی قومی نظموں کی موجودگی میں، میں نہیں سمجھتا کہ کسی کو ان کی نیت پر شک ہو سکتا ہے، اقبال ایک سچا محب وطن تھا اور قومی و ملکی اتحاد کا دل سے خواہاں اور عمر بھر ہندوستان کی غلامی اور پستی پر آنسو بہاتا رہا ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

لیکن مجھے پیدا کیا اس دیس میں تو نے
جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند

جو شاعر ایسے پرخلوص جذبات کا حامل ہو، اس کے نام کو غلط طور پر استعمال کرنا کہاں کی شرافت ہے؟ میرا روئے سخن ڈاکٹر گیان چند کی طرف نہیں، ان لوگوں کی طرف ہے، جو نادانی اور غلط مذہبیت کے جوش میں اقبال کی غلط اور ناروا تاویلیں کرتے ہیں اور انھیں زبردستی تحریک پاکستان کا بانی یا تصور پاکستان کا خالق قرار دیتے ہیں۔

مولوی عبدالحق مرحوم ہوں یا ہاشمی فرید آبادی یا کوئی اور اگر وہ زبان کو مذہب کی عینک سے دیکھتے ہیں اور اردو کو مسلمانوں کی زبان سمجھتے ہیں تو یقیناً غلط کرتے ہیں یہ صاف ان کی نامعقولیت، تنگ نظری ہے بلکہ اردو کے جمہوری کردار کی نفی کرنا اور اس کی عظیم الشان اور درخشاں روایات پر خاک ڈالنا بھی۔ لیکن یہ حضرات کچھ بھی کہیں، اس سے اردو کے درخشاں کارنامے دھندلا نہیں سکتے اور ان کے کہنے سے اردو مسلمانوں کی زبان اور ہندو اور مسلمانوں کے افتراق کی نشانی نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کے "انتہا پسندانہ بیانات" سے ہم جذباتی طور پر متاثر ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے جیسا کہ ڈاکٹر گیان چند کا خیال ہے۔ اس سے ہماری مشکلات میں کچھ اضافہ بھی ہو جائے اور ہم اردو دشمنی پر آمادہ ہو جائیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے بیانات بھی اردو دشمنی کا جواز نہیں بن سکتے ایسا وہ لوگ کہتے یا کرتے ہیں جن کے دلوں میں واقعی چور ہے اور جو دراصل اس قسم کے بیانات کی آڑ لے کر اردو کو اس کے حق سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور اردو کے تئیں اپنے رویہ اور عمل کو حق بجانب ثابت کرنے کی مضحکہ خیز کوشش کرتے ہیں۔

رہا حکومت کا رویہ اس کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند کا یہ بیان کہ حکومت کوئی اپنے طور پر اردو کی مخالفت نہیں کرتی، وہ اکثریت کی تابع ہے، وہ ووٹوں کا رخ دیکھتی ہے" کوئی وزن نہیں رکھتا، اور یہ ہرگز اردو کے معاملے میں حکومت کی مجرمانہ غفلت شعاری کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتا بلکہ میں اسے حکومت کی نااہلی اور بے انصافی کا کھلا ہوا اعتراف سمجھتا ہوں، اردو کے حقوق کی بقا و حفاظت حکومت اور اکثریت دونوں کا فرض ہے، اگر اکثریت اردو کو برداشت نہیں کر سکتی اور حکومت بھی اس معاملے میں خاموش تماشائی بنی رہتی ہے تو اس کی خواہ کچھ بھی تاویل کی جائے اسے عذر گناہ بدتر از گناہ سمجھا جائے گا، اور حق و انصاف کا ضمیر اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا، حقیقت یہ ہے کہ آج اردو کا مسئلہ ہماری جمہوری رواداری اور سیکولرزم کے لیے ایک چیلنج ہے اگر ہم واقعی اپنے سیکولر آئیڈیل کو عزیز رکھتے ہیں اور جمہوری رواداری کے صدق دل سے قائل ہیں تو ہمیں اردو کے جائز حقوق دے دینے چاہئیں، اس معاملے میں کوئی تاویل خواہ وہ پاکستان کا نام لے کر کی جائے یا کسی بھی بہانے انصاف کی بارگاہ میں ہرگز قبول نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر گیان چند نے اردو کی ترقی و اشاعت کے لیے جو تجویزیں

پیش کی ہیں۔ وہ بلاشبہ مفید ہیں اور ان پر عمل کرکے اردو کے دائرۂ مقبولیت اور حلقۂ اثر کو بہت کچھ وسیع کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اس سے صورت حال میں کوئی بنیادی تبدیلی ہو سکتی ہے اور اردو کے خلاف تعصب و تنگ نظری کی جو عمومی فضا ہے، ختم ہو سکتی ہے، اردو کا مسئلہ خالص اخلاقی مسئلہ ہے اور جب تک اکثریت اس معاملے میں حق و انصاف کو راہ نہیں دیتی، یہ مسئلہ اپنی جگہ باقی رہے گا۔

جب صورت حال یہ ہے تو یہ سوال بہت ہی اہم ہو جاتا ہے کہ اردو تحریک کو کس طرح موثر بنایا جائے اور اسے کون سا موڑ دیا جائے؟ تشدد کا راستہ اختیار کیا جائے یا نہیں؟

ڈاکٹر گیان چند نے اس سلسلے میں جن خدشات کا اظہار کیا ہے، میں انھیں درست نہیں سمجھتا، اردو والے ہرگز اس قدر بے بس نہیں جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں، اگر وہ بے بس نظر آتے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ بے اعتمادی کا شکار ہیں اور انھیں اپنی قوت کا صحیح احساس نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ انھیں اپنی جد و جہد کو موثر بنانے کے لیے زیادہ سے زیادہ غیر مسلم عوام کا تعاون حاصل کرنا چاہیے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے بغیر ان کی کوششیں بے جان اور بے اثر رہیں گی، اردو والے اقلیت میں ہیں مگر کروڑوں کی تعداد میں ہیں، اگر وہ ذرا سا بھی سخت رویہ اختیار کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حکومت کو اپنے مطالبات کے آگے جھکنے پر مجبور نہ کر دیں، اردو والوں کو اپنے اندر صرف خود اعتمادی اور طاقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ وقت آگیا ہے کہ وہ سنجیدگی سے اس امر پر غور کریں کہ انھیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے، اگر انھوں نے موجودہ جمود و تعطل اور تذبذب و کشاکش کی فضا کو جلد ختم نہیں کیا تو شاید ان کی منزل کبھی نہیں آئے گی۔

جو لوگ اردو کے مستقبل کی طرف سے، بلا سبب یا بے سبب، اطمینان کا اظہار کرتے ہیں وہ حقائق کی دنیا میں نہیں رہتے، اگر ہمیں اردو کو زندہ رکھنا ہے تو ہمیں اپنی جد و جہد اور سعی و عمل کی رفتار کو تیز سے تیز تر کر دینا ہے اور اس کے رخ اور سمت کو متعین کر لینا ہے افسوس ہے کہ اردو تحریک ابھی تک اپنا رخ متعین نہیں کر سکی اور یقین و بے یقینی کے درمیان ڈانوا ڈول ہے ؎

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

ابوذر عثمانی

(۳)

یہ فال نیک ہے کہ اردو کو ڈاکٹر گیان چند جیسے مخلصین حاصل ہیں۔ ان سب سے گذارش بس اتنی ہے کہ گذشتہ پر صلواۃ بھیجیں اور ہمیں گلے لگائیں۔ جو لوگ پاکستان چلے گئے ان کے حوالے سے ہم کو خطاوار ٹھہرانا درست نہیں آپ بزرگ ہیں اور غیر منقسم ہند کی آنکھیں دیکھے ہوئے آپ سے پھر بھی کرم و درگزر کی امید ہے۔ نئی نسلوں کے لیے آپ کا فرمایا ہوا سند رکھتا ہے۔ وہ ہمارے ماضی سے بے خبر ہیں۔ انھیں حال کی جو اطلاع ہے ناگفتہ بہ ہے اگر آپ نے آج ہمیں معاف نہیں کیا اور خطاوار ٹھہراتے رہے تو کل ہم گردن زدنی ٹھہریں گے۔ پھر اس کا علاج کسی کے بس میں نہ ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب نے ایسی دل لگتی بلکہ خدا لگتی باتیں کہی ہیں جو بہی خواہان اردو کو بہت پہلے سمجھ میں آنا چاہیے تھیں۔ خود ڈاکٹر صاحب کے اندازہ کے مطابق ان کی پہلی، دوسری اور چوتھی تجویز کے بارے میں کاش سب پور کانفرنس کوئی ٹھوس اقدام کر سکے۔

ایک خادم اردو

گوالیار یونیورسٹی اور اردو

گوالیار میں اردو جاننے والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے اور ایسے بہت سے طلبا ہیں، جو امسال اردو میں ایم۔ اے کرنے کے خواہاں ہیں۔

گوالیار یونیورسٹی کے قیام سے اردو حلقہ کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں مگر یہ امیدیں صرف خوش فہمیاں ہو کر رہ گئیں گوالیار میں اردو کے ساتھ جو بے انصافی کی گئی ہے۔ اس سے حکومت کی غفلت کا پتہ چلتا ہے۔

(انکار بھوپال)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پبلشر نذیر حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ سے شائع کیا